اکیسویں صدی میں ہندوستانی غزل کے موضوعات: ایک جائزہ

عصمت خاتون

ریسرچ اسکالرر، شعبہ اردو، پاٹلی پتر یونیورسٹی، پٹنہ

تلخیص: شاعری کی آبرو، غزل کی آبیاری مختلف ممالک میں ہو رہی ہے جس میں ہندوستان بھی شامل ہے۔اردو غزل کی تاریخ میں ہندوستانی غزل کی ایک شاندارر روایت ہے۔اس میں صدیوں کی تہذیب پوشیدہ ہے۔اردو غزل شاہی اور درویشی رہگزر سے گزرتے ہوئے ایک طویل اور کامیاب سفر کرتے ہوئے بڑے آن بان اور شان سے اکیسویں صدی میں پرویش کر چکی ہے۔ہندوستانی غزل اپنے روایتی شان و شوکت کے ساتھ کلاسیکی موضوعات جیسے عشق و محبت۔ہجر و وصال، حسن و جمال اور تصوف کو برقرار رکھتے ہوئے، موجودہ سماج کی تہذیبی و اخلاقی شکستگی کا نوحہ، اپنے عہد کے خلفشار و انتشار، معاشی فکر و تردّد، فرقہ وارانہ فسادات، شناخت کا بحران، لسانی اور علاقائی تشدّد، نیا عریاں کلچر، مفلسی، خودکشی، جہیز، اقدار کی پامالی، ہوس کی اجارہ داری، ملک کی مخصوص سیاست، تعصب، ذات پات کی مستحکم ہوتی دیواریں، مادیت پرستی، اخلاق و مروّت اور انسانیت کے جذبوں کا انحطاط، آبروریزی جیسے ان تمام موضوعات کو اردو غزل بیان کر رہی ہے۔

کلیدی الفاظ: خلفشار بحران#انحطاط# مستحکم#تردّد#تعصب#تصوف#تشدّد#انتشار

ہندوستان میں اکیسویں صدی کی اردو غزل کا جائزہ لیتے ہوئے بے اختیار سب سے پہلا نام پدم شری انعام یافتہ ممتاز شاعر ڈاکٹر کلیم عاجزؔ فخرِ عظیم آباد کا آتا ہے جنہیں اس صدی کا میرؔ بھی کہا جاتا ہے۔ کلیم عاجزؔ کا تعلق مردم خیز سرزمین بہار سے ہے۔ کلیم عاجزؔ کا کلام مختلف دائرہ ہائے فکر کا حامل ہے۔ تخیل، جذبات و احساسات، علمی تفکر ان کے اشعار میں یہ تمام خصوصیات پائی جاتی ہے۔ان کی غزلیں بیک وقت کلاسیکیت اور رومانیت کے تجربوں سے گزرتی ہوئی دکھائی پڑتی ہے۔ کلیم عاجزؔ نے سیاسی و سماجی مسائل کو بھی بڑے فنکارانہ انداز میں اپنی غزلوں میں پیش کیا ہے۔چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

اے اہل زمانہ جسے تم ڈھونڈھ رہے ہو

وہ فتنہ عالم مری غزلوں میں چھپا ہے

میری شاعری میں نہ رقص جام نہ مے کی رنگ فشانیاں

وہ کھ بھروں کی حکایتیں وہی دل جلوں کی کہانیاں

ایک گھر بھی سلامت نہیں اب شہر وفا میں

تو آگ لگانے کو کدھر جائے ہے پیارے

اُٹھتے ہوؤں کو سب نے سہارا دیا کلیمؔ

گرتے ہوئے غریب سنبھالے کہاں گئے

بہاروں کی نظر میں پھول اور کانٹے برابر ہیں

محبت کیا کریں گے دوست و دشمن دیکھنے والے

کرے ہے عداوت بھی وہ اس ادا سے

لگے ہے کہ جیسے محبت کرے ہے

اب انسانوں کی بستی کا یہ عالم ہے کہ مت پوچھو

لگے ہے آگ اک گھر میں تو ہمسایہ ہوا دے ہے

سنے گا کون میری چاک دامانی کا افسانہ

یہاں سب اپنے اپنے پیرہن کی بات کرتے ہیں

وہ کہتے ہیں ہر چوٹ پر مسکراؤ

وفا یاد رکھو ستم بھول جاؤ

دنیا میں غریبوں کو دو کام ہی آتے ہیں

کھانے کے لیے جینا جینے کے لیے کھانا

میں محبت نہ چھپاؤں تو عداوت نہ چھپا

یہ یہی راز میں اب ہے نہ وہی راز میں

تو رئیس شہر ستم گراں میں گدائے کوچہ عاشقاں

تو امیر ہے تو بتا مجھے میں غریب ہوں تو برا ہے کیا

ہمارے قتل سے قاتل کو تجربہ یہ ہوا

لہو لہو بھی ہے مہندی بھی ہے شراب بھی ہے

دل درد کی بھٹی میں کئی بار جلے ہے

تب ایک غزل حسن کے سانچے میں ڈھلے ہے

اکیسویں صدی کے اردو غزل گو شعراء میں ڈاکٹر وسیم الدین جمالیؔ کا نام کافی نمایاں ہے۔ ان کا تعلق علم و ادب کا گہوارہ علی گڑھ سے ہے۔ پیشہ کے اعتبار سے ڈاکٹر ہیں اور شاعری کا فطری ذوق و شوق رکھتے ہیں۔ جمالیؔ صاب کا اولین مجموعہ کلام ''خار و گل'' (۲۰۲۲ء) میں شائع ہوا۔ ان کی غزلوں کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ایک بات واضح ہوتی ہے کہ ان کا مطالعہ و مشاہدہ کافی وسیع ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں مفلسی، غریبی، بھوکمری، بے حسی، زیست کی تلخیاں، رشتوں کی ناقدری، فرقہ وارانہ فسادات، مذہبی سیاست، تعصب، نفرت، خود غرضی، جیسے موضوعات کو قلمبند کیا گیا ہے۔ جمالیؔ صاحب کی غزلوں کے متعدد اشعار موجودہ عہد اور معاشرے کے زوال کی عکاسی کرتی ہے۔ چند شعار ملاحظہ فرمائیں۔

کسے گمان تھا ایسا بھی دور آئے گا

ہمارا خون ہمیں سے نظر چرائے گا

بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جو فاقوں سے مرتے ہیں

اگر وہ بھی مرے ساتھ جیتے، کتنا اچھا ہوتا

جدھر بھی دیکھو، ہے دکھتی ہر ایک نظر میں آگ

گلی گلی میں دھواں ہے، ہر ایک گھر میں آگ

زندگی کے دوڑ میں سب کو بس اپنی فکر ہے

دوسروں کے درد سے ہر شخص بے پرواہ ہوا

جس نے بہائے خون کے دریا معصوموں کی بستی میں

پوچھ رہا ہے معصومی سے، ہوا ہے قتل عام کہیں

روٹی اپنی سینک رہے ہیں نام پہ مذہب کت یہ لوگ

ان کو اس سے مطلب کیا رحمان کہاں اور رام کہاں

بھوکے بچےّ ڈھوتی ماں کی سوکھ گئی ہے بھوک سے چھاتی

دودھ کہاں سے لائے گی، وہ اس کی جیب میں دام کہاں

صبح سے لے کر شام تلک جن کو نہ ملے دو روٹی بھی

ایسے غریبوں کی قسمت میں چین کہاں آرام کہاں

دہلیز پر عدالت کی انصاف مر گیا

الزام میرے قتل کا میرے ہی سر گیا

نہ ایسی دیکھی ہے بے حسی، نہ ہی ایسا دیکھا نگر کبھی

ہیں ہزاروں لاشے پڑے ہوئے، کوئی آنکھ بھی تر نہیں

ہوں کہاں پڑا میں کس حال میں، میرے ہم مکیں کو خبر نہیں

جسے لوگ کہتے ہیں گھر مرا، وہ مکان ہے میرا گھر نہیں

ہو وہ، شہر، یہ کہ گاؤں ہو، ہوا عجیب سب کا مزاج ہے

یہاں کون رہتا ہے پڑوس میں، اب کسی کو اِس کی خبر نہیں

نہیں ہے وہ وقت دور جب کہ، سب بھول جائیں گے خوں کے رشتے

جسے سمجھتے ہو خون اپنا، وہ خون بے اعتبار ہو گا

جس کی خاطر دن بھر دوڑا، کر دی شب کی نیند حرام

وہ بھی غرض کا بندہ نکلا، خط کیسا پیغام کہاں

عجب ہے دورِ اے جمالیؔ، کہ ساری قدریں بدل گئی ہیں

وہ سرخرو ہوگا جو جھوٹ کہ کر، یہ کہ کے سچ سنگسار ہوگا

جلے مکان کے ملبے یہی بتاتے ہیں

ہوئے تھے نفرت کے شعلے یہاں جوان کبھی

حرام دھن سے جو شب رنگین بناتے ہیں

انہیں ہی لوگ کیوں اپنا مکیں بناتے ہیں

شہر تو پہلے بھی تھے بدنام فتنوں کے لیے

گاؤں سے بھی بھائی چارے کی فضا غائب ہوئی

زندگی کی دوڑ میں سب کو بس اپنی فکر ہے

دوسروں کے درد سے ہر شخص بے پرواہوا

ہم نے تو ماں باپ کو بھی بانٹ ڈالا گھر کے ساتھ

اے! جمالیؔ کس طرح رشتوں کا بٹوارہ ہوا

ملک ہندوستان کے نامور شاعر اور ادیب اظہر بخش اظہرؔ کا شعری مجموعہ ''محبوبِ خیالی'' (۲۰۱۶ء) میں شائع ہوا۔ اس میں شامل غزلوں کے بیشتر اشعار موجودہ صدی میں ملک کی سماجی و سیاسی پستی اور اپنے عہد کے انتشار و خلفشار کی روداد بیان کرتی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

لوگ میرے قاتل کو سر آنکھوں پر لے کر پھرتے ہیں

قتل ہوا ہے میرا لیکن میرا چرچہ تھوڑی ہے

کٹھوا میں اناؤ میں سورت میں لُٹ جاتی ہے یہ

بیٹیوں کے واسطے ماحول ہی بدذات ہے

پاکسو بل بیٹیوں کے حق میں اک سوغات ہے

آصفہ کے قاتلوں کو پھانسی ہو تب بات ہے

ستّا پانے کے لیے خون بہانے والے

اپنی ہی نیتی کی پتوار پے سر پٹکیں گے

ہم گو بُجیسوں کا قتل عام کرتے ہیں

ایک دن خود ہی تلوار پے سر پٹکیں گے

ترے چاہنے سے چلے جائیں گے کیا

وطن میں ہمارا بھی حصہ بہت ہے

حسن کی دیوی بنی بیٹھی ہیں دل ہے بت کدہ

چند مسلم لڑکیوں نے ہم کو ہندو کر دیا

سیاستداں ہیں تو کیا سوچتے ہیں کیجیے حملہ

ہماری قوم کا قاتل مسیحا بن کے رہتا ہے

خوں بہا دیتے ہیں ظالم تخت پانے کے لیے

لوگ کتنا گر گئے ہیں خود کو اُٹھانے کے لیے

سے پھر آ گیا ہے چلو مندر بناتے ہیں

الیکشن ختم ہوتے ہی یہ مدّا چھوڑ دینگے ہم

ہمیں کچھ خوف دکھلا کر ہمارا خوف دکھلا کر

ہمارے نام سے ساری سیاست چلتی رہتی ہے

سلیمان فراز حسن پوری کا تعلق امروہہ سے ہے۔اس صدی کی دوسری دہائی میں آپ کا مجموعہ کلام ''احساس'' شائع ہوا۔اس میں شامل غزلیں موجودہ ہندوستان کی عدالت اور انساف کی مجروح ہوتی روحوں کی عکاسی کرتی ہے اور سیاسی وسماجی برائیوں کا بے نقاب کرتی ہے۔ان کی غزلوں کے چند اشعار؎

ہمارے ملک میں مظلوم جیل جاتے رہے

وہ چھوٹ جاتے ہیں جن کا قصور ہوتا ہے

فیصلہ رشوت کے دم پر اس کے حق میں ہوگیا

میرے ہاتھوں سے پرکھوں کا گھر جاتا رہا

کون سا منصف تھا وہ کا کی عدالت تھی یہاں

جو حق کہتا گیا اس کا ہی سر جاتا رہا

دورِ حاضر میں رقیبوں کی ضرورت کیا ہے

دوستوں ہی کے کرم توڑ کے رکھ دیتے ہیں

''بابائے اردو تمل ناڈو'' آفاقی شاعر و ادیب علیم صبا نویدی ایک عہد ساز شخصیت ہیں۔آپ کا پہلا مجموعہ کلام ''میری غزلیں''(۲۰۲۳ء) میں شائع ہوا۔نمونہ کلام؎

عریانیت پسند ہے نظروں کی کائنات

تیور بدلنے لگتے ہیں منظر کو دیکھ کر

چاہتوں نے دشمنی ایجاد کی

لوگ اپنے قد سے اونچے ہوگئے

گھر جل رہا تھا سب کے لبوں پر دھواں سا تھا

کس کس پہ کیا ہوا تھا غضب بالنے نہ پائے

عہدِ حاضر کے معروف و مقبول شاعر منظر بھوپالی کا شعری مجموعہ ''لاوا'' میرے پیشِ نظر ہے جو اکیسویں صدی کے آغاز میں منظرِ عام پر آیا۔اس مجموعہ کلام کا جب مطالعہ کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ منظر بھوپالی کی غزلیں فکر و خیال کی ندرت اور اظہار قوت سے پُر ہیں اور منفرد موضوعات کو برتنے میں انھیں

دسترس حاصل ہے۔انہوں نے اپنی غزلوں میں اس صدی کے تمام رنج والم، خلفشار وانتشار، سیاسی وسماجی مسائل کو بروے کار لایا ہے۔چند اشعار پیشِ خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں۔

اُس کا لہجہ بول رہا ہے خون بہانا باقی ہے

اور ابھی تو شہروں شہروں آگ لگانا باقی ہے

ہمارے شہر میں انصاف 'اندھا بھی ہے بہرہ بھی

کائی سنتا نہیں جب سانحہ آواز دیتا ہے

پھر بہو جلانے کا حق تمہیں پہنچتا ہے

پہلے اپنے آنگن میں بیٹیاں جلا دینا

ہم انسان کہاں جائیں گے ہم کو بتاتا کوئی نہیں

مندر اک مورت کا گھر ہے مسجد بھی مقتل بابا

ہے غضب صاحبِ کردار کہے جاتے ہیں

گھر جو توڑیں 'وہی معمار کہے جاتے ہیں

یہ نے ضمیری میں ہے کہ جس میں یزید وراون سے بھی آگے

مری دعا ہے کہ مرا بچہ نہ آج کے رہنماؤں سا ہو

سچائی کو ڈھونڈ ھنے والے بازاروں میں سچ مت بیچ

پوچھ صلیبوں سے سچ کیا ہے زندانوں میں چل

کبھی وہ روزی کبھی آشیانہ چھین لیتا ہے

جہاں ملتا ہے موقع 'آب ودانہ چھین لیتا ہے

ہم اگر آدمی ہیں تو پھر آدمیت کی باتیں کریں

جنگ و نفرت کے حامی ہیں جو وہ دماغوں سے بیمار ہیں

دربدر بھٹکنا کیا دفتروں کے جنگل میں

بیلچے اُٹھالینا ڈگریاں جلادینا

نمائش کی بڑی عادت ہے اپنے رہنماؤں کو

ملک ہندوستان کے ممتاز شاعر عقیل نعمانی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔اس صدی کی دوسری دہائی میں آپ کا مجموعہ کلام ''رقصِ تنہائی'' شائع ہوا۔اس میں شامل غزلوں کے چند نمائندہ اشعار:

فرض ہے بھائی کی امداد مگر کیا کیجیے

لوگ اس فرض کو احسان سمجھ لیتے ہیں

ظلم اردو پہ بھی ہوتا ہے اس نسبت سے

لوگ اردو کو بھی مسلمان سمجھ لیتے ہیں

کسی کی تعظیم کو اٹھنا ہے جھڑکنا ہے کسے

اک نظر دیکھ کے دربان سمجھ لیتے ہیں

درد سرونجی کا مجموعہ کلام ''کسک'' (۲۰۱۸ء) میں شائع ہوا۔نمانہ کلام:

دوستوں کی دوستی اس دور میں

یادرکھنا! پرُخطر ہوجائے گا

بیچ دیگا طند سکّوں میں تجھے

کا بھروسہ آج کے انسان کا

زرپرستی نے بنادیا آدمی کو خود غرض

ہے وہی اب جان کا دشمن جو تھا بازوئے دوست

جی رہا ہوں مگر اس درجہ حراساں ہو کر

صبح ہوتی ہے تو شام سے ڈر لگتا ہے

فیضؔ بہرائچی نئی نسل کے شعراء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ان کا پہلا مجموعہ کلام ''احساساتِ فیض''(۲۰۱۵ء) میں شائع ہوا۔ نمانہ کلام:

جدھر دیکھو ادھر نفرت ہی نفرت ہے عداوت ہے

لگے ہیں لوگ دنیا میں محبت کو مٹانے میں

اپنے سوا کسی کو کسی کی خبر نہیں

ایسا فریب نفس میں الجھے ہوئے ہیں سب

ممتاز شاعر سلطان شمسیؔ دبستانِ کا شمار دبستانِ عظیم آباد کے سینئر شعراء میں ہوتا ہے۔اکیسویں صدی کی دوسری دہائی میں ان کے دو شعری مجموعے ''ریت کا سفر''(۲۰۱۷ء) اور ''انداز سخن''(۲۰۲۲ء) منظرِ عام پر آئے۔ان کی غزلیں معنی و مفاہیم شعوری پختگی، اظہار و اسلوب، تشبیہ و استعاروں کی سطح پر خوب نکھری ہوئی ہے۔ان کی غزلوں میں عصری معاملات و مسائل کا برملا اظہار ملتا ہے۔ذیل میں سلطان شمسیؔ کے چند اشعار درج کیے جا رہے ہیں جس سے انکے شعری آہنگ اور مضوع کا پتہ چلتا ہے۔

یہ شہر شہر ستم ساد کھائی دیتا ہے

شہر خلوص کا سو کھاد کھائی دیتا ہے

بڑھتا ہوا ظلم ان کا مٹا دے گا خود انکو

مظلوں پر بے وجہ جو بیداد کرتے ہیں

آئے گا اس شہر میں کیسے کوئی بھی رات میں

پاسباں ہی راہزن بن کر ہے بیٹھا گھاٹ میں

کاندھوں پہ اپنی موت لے آئی زندگی

تم کو خبر نہیں ہے یہ دنیا عجیب ہے

پل میں بیوہ جوان بیبیاں ہو گئیں

اور خاموش پھر بستیاں ہو گئیں

کرب میں مبتلا ہے سارا جہاں

نفرتوں کا ہر طرف ہے سیل رواں

نیا زمانہ نئی روشنی تلاشنے والوں

سنبھل کے چلنا کے جاری سفر ہے تیسے کا

عہدِ حاضر کے نامور غزل گو شعراء میں اعجاز اعظمی کا شمار ہوتا ہے۔ ان کا تعلق مردم خیز سرزمین اعظم گڑھ سے ہے۔ آپ کا شعری مجموعہ ''اعجاز سخن''(۲۰۰۸ء) میں شائع ہوا۔ اعجاز اعظمی ایک تجربہ کار اور جہاں دیدہ شاعر ہیں۔ انہوں نے اپنی غزلوں میں سماجی و سیاسی ماحول کی تلخ حقیقتوں اور موجودہ صدی کے پیدہ شدہ مسائل کو برروئے کار لایا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ایسی تاریکی و تنہائی کہ لرزاں ہے وجود

شہر سے دور یہ ویرانہ بسایا ہوتا

کچھ تہمتوں کی گرد میرے سر پر ڈال کر

تو نے میری وفاؤں کا اچھا سلہ دیا

تیری نسبت سے مرے شہر میں کیا کیا نکلا

کبھی خنجر کبھی لشکر کبھی فتویٰ نکلا

چوہے تھے گر مکان میں چوہوں کو مارتے

چوہوں کے ساتھ گھر بھی ناحق جلا دیا

اسلم سیفی کا تعلق گیا (بہار) سے ہے۔ اس صدی کی دوسری دہائی میں آپ کا مجموعہ کلام ''پھول جیسی گفتگو''(۲۰۱۷ء) میں شائع ہوا۔ اس میں شامل غزلوں کا جب مطالعہ کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ بڑے چابکدستی کے ساتھ آپ نے موجودہ صدی کے سیاسی و سماجی برائیوں کے ساتھ نسائی مسائل کا بھی برملا اظہار کیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ملا گھر میری بیٹی کو مشکلوں سے بہت

یہ اور بات ہے کہ بک گیا مکان میرا

زندگی الجھی ہوئی ہے پھر نئے سوالوں میں

جیسے کوئی الجھا ہو مکریوں کے جالوں میں

مجھ کو سچ بولنے دیتا نہیں ماحول میرا

ڈال دیتا ہے زباں پہ میری تالا کوئی

مجرموں کو تو رہائی مل گئی ہے

اور ہم سولی پہ سیفیؔ چڑھ گئے ہیں

اس قدر ماحول پر ٹیلی ویژن کا اثر

دور ہوتی جا رہی ہیں لڑکیاں تہذیب سے

اردو غزل کا ایک معتبر نام سید شکیلؔ دسنوی کا وطن صوفیوں کی سرزمین بہار شریف س(بہار) ے تعلق رکھتے ہیں۔ سائنس کے طالب علم رہے اور اردو زبان وادب کے عاشق صادق۔ انجینیئر کے پیشہ سے منسلک رہے اردو غزل کے گیسو سنوارتے رہے۔ آپ کے شسعری مجموعے ''زندگی اے زندگی'' اور تنہا تنہا'' کی غزلوں کا انتخاب ''دلِ آشنا'' (۲۰۰۶ء) میں منظرِ عام پر آیا۔ آپ کا ایک مجموعہ کلام ''کتنی حقیقت کتنا خواب'' (۲۰۰۵ء) میں شائع ہوا۔ آپ کی بیشتر غزلیں اس صدی کی المناک داستاں کی روداد بیان کرتی ہے۔ چند اشعار پیشِ خدمت ہے۔

موت کے خونخوار پنجوں میں سسکتی حیات

آج ہے انسانیت کی ہر ادا سہمی ہوئی

لوگ عادی ہو گئے ہیں حادثوں کے کس قدر

پرُسکوں سڑکوں پہ بھی مڑ مڑ کے اکثر دیکھنا

آج ہے انسانیت کی ہر ادا سہمی ہوئی

چینخیں ہیں وحشتیں، ساری فضا سہمی ہوئی

کیوں چمن اُڑھے ہوئے ہے آج شعلوں کی ہوا

بھاگتی ہے آبلہ پا کیوں صبا سہمی ہوئی

اب تو آنکھیں آنسوؤں کو بھی ترستی ہیں شکیلؔ

ہو نہ جائے ایک دن ہر خواب پتھر دیکھنا

حق اور سچ کا شاعر سلیمؔ ٹانڈوی ملک ہندوستان کے مردم خیز سرزمین رامپور کی خاک سے گلِ گلزار ہوئے ہیں۔ان کا اصل نام سلیم احمد ہے اور تخلص سلیمؔ فرماتے ہیں ضلع رامپور کا مشہور قصبہ ٹانڈو کے ایک مذہبی اور تعلیم یافتہ خاندان کے چشم وچراغ ہیں۔آپ کا مجموعہ کلام ''یہ کہانی ہے مختصر میری''(۲۰۱۸ء)میں شائع ہوئی۔ سلیمؔ ٹانڈوی کی غزلوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ ان کا ایک ایک شعر مفکر، جہاں دیدہ، تجربہ ساز، داخلی کیفیت وجدانی محرک اور تخلیقی بصیرت کی عمدہ مثال پیش کرتا ہے۔ان کی غزلوں کے متعدد اشعار عکس صاف نظر آتا ہے جس میں تہذیب وثقافت کے مٹتے دھارے، نیا عریاں کلچر، ملک کی مخصوص سیاست، خودغرضی، بے بسی، مفلسی، فریب، مکاری وعیّاری، سچائی اور انصاف پرستی کی ناقدری، ذات پات کی مستحکم ہوتی دیواریں، انسانی بقاکے زوال کا اندیشہ، فرقہ وارانہ فسادات، تعصب، معاشی فکر وتردّد، انسانی قدروں کی پامالی، جہیز، رشوت، بھرشٹاچار جیسے سنگین موضوعات کی عکاسی کی گئی ہے۔چند اشعار مثال کے طور پر پیشِ خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں۔

عل وانصاف کو، رشوت نے کیا رخصت

پائے انصاف کوئی ظلم کا مارا، کیسے

کتنے معصوموں کو بے گور کفن دفنا دیا

دیش میں فرقہ پرستی نے ہوا پانے کے بعد

ہمہ وقت الفت کی کمی ہے

ہے نفرت آدمی کو آدمی سے

کوئی تو اس میں مشیت کی مصلحت ہو گی

وطن میں آبروریزی ہے ہر جگہ میری

انصاف کا طاقت سے گلا گھونٹنے والا

شیطان کی اولاد ہے، انسان نہیں ہے

دامِ فریب و فکر میں پھنستا ہے آدمی

دلدل میں خواہشات کی دھنستا ہے آدمی

ہم سمجھتے تھے کہ لائیگی فراغت تعلیم

کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

کیا ہے عزم، حق گوئی کا جب سے

زمانے کی نظر ہے اور میں ہوں

ارض و سما بھی چیخ اٹھیں رو دیا کریں

ان کے ستم کا آج اگر تذکرہ کریں

بے حرمتی خدا کے جو گھر کی کیا کریں

اپنی تباہیوں کی وہ راہ تکا کریں

ہمدم کسے کہیں، کسے اپنا کہا کریں

مظلوم کس سے شکوہ جور و جفا کریں

پٹتے رہیں گے دیش میں کب تک سلیمؔ ہم

مل جل کے، آؤ آج کوئی فیصلہ کریں

نئی تہذیب کی گو شان ہے عریانیت لیکن

برہنہ بنتِ حوّا کا بدن اچھا نہیں لگتا

وہ جو ہر بات پہ آمادہ شر لگتا ہے

کچھ تو نااہل ہے۔ کچھ تنگ نظر لگتا ہے

اپنی مجبوری کے باعث وہ، نہ رشوت دے سکا

دی سزا منصف نے، مجرم اُس کو ٹھرانے کے بعد

جو بنے ایک روح دو قالب

ان میں بھی انتشار دیکھا ہے

گنے جاتے تھے کل تک رہزنوں میں

جنھیں میں آج رہبر دیکھتا ہوں

سلیم آب حاجتوں کا ہے یہ عالم

کہ فکرِ مال و زر ہے اور میں ہوں

نظر آتا ہے جس فیشن میں تن اچھا نہیں لگتا

حیاداروں کو ایسا پیرہن اچھا نہیں لگتا

اس دور میں نفرت کے سوا کچھ نہیں

ہم بھائی بھائی سے جدا دیکھ رہے ہیں

دیکھا نہ گیا جب حالِ زبوں، بولے کہ یہ ہے انجامِ جنوں

اے کاش جفاؤں پر اپنی۔ اک شمّہ تو شرماتا کوئی

اربابِ عقل و ہوش کی حالت عجیب ہے

روتا ہے خود پہ۔ غیروں پہ ہنستا ہے آدمی

تیر نظروں کا پتا دے گیا

تو میرے قتل کا مشورہ دے گیا

انسانیت کے ظرف کو پیروں سے روند کر

بد قسمتی کہ یوں نہ شوالے بنا کریں

یہ کھلا خط آپ کا کب مشرقوں کے نام ہے

آپ کا سیدھا نشانہ مذہب اسلام ہے

غربت میں موٹر سائیکل کی مانگ کھلتی ہے

وگرنہ کب، کسے بیٹی کا دھن اچھا نہیں لگتا

عہدِ رنگیں پھر شرافت کا یہاں ہوگا سلیمؔ

ہاں،، نئی تہذیب کا۔ تختہ الٹ جانے کے بعد

اشعار میں افکار کی سورش ہے ہمارے

موجوع غزل، حسن کا عنوان نہیں ہے

اردو ادب کے علمبردار شروت زیدیؔ بھوپالی کا شمار عہدِ حاضر کے نامور اردو غزل گو شعرا مین ہوتا ہے۔ پیشہ کے اعتبار وکیل ہیں۔ آپ نے زندگی اور زمانے کے تجربات ومشاہدات کے لئے شاعری کی آبروغزل کا سہارا لیا۔ اکیسویں صدی میں ان کے چار شعری مجموعے ''رہنمائی کے لئے'' (۲۰۱۱ء) ''بندگی کے بعد بھی'' (۲۰۱۱ء) ''منزلوں کے پار'' (۲۰۱۶ء) کتابوں کا سفر'' (۲۰۲۳ء) شائع ہو چکے ہیں۔ آپ غزلوں پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ان میں جہاں عہدِ حاضر کے سیاسی وسماجی مسائل کی ترجمانی ملتی ہے وہیں اردو زبان وادب کے مسائل کو بھی بڑے فنکارانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ شروت زیدیؔ بھوپالی کی غزلوں کے نمائندہ اشعار

منہ تکا کرتے ہیں بازار میں بکنے کے لیے

زندگی اپنی ہے اردو کے رسالوں کی طرح

نئی صدی کا فسانہ ہے مختصر اتنا

پرانے دور میں دیکھا نہیں تھا سر اتنا

ہر شخص کی آنکھوں میں ہے ایک کرب کا عالم

ہر شخص کے سینے میں کہیں آگ لگی ہے

یہ سیاسی دور بھی کیا خوب ہے الجھا ہوا

ہم سلجھتے جا رہے ہیں وقت کی تکرار میں

خاندانوں کو مٹا دے گی مقدمے بازیاں

گھر لپٹ کے روئے اپنے در و دیوار سے

بربادی کی لکیروں سے ہے تصویریں عیاں

آئینے پہچانتے ہیں آپ کو کردار سے

مندر مسجد کے جھگڑے سب ختم کرو

اہل سیاست اشکوں میں گھر سب ڈوبے ہیں

بازار سے کیا کوئی شکایت کرے ثروتؔ

گھر میں بھی تو اردو کے رسائل نہیں ملتے

اپنی صدی کی کوئی کہانی لیے ہوئے

آئے ہیں بھانت بھانت کے انسان گھاٹ پر

اکیسویں صدی کے نامور اردو غزل گو شعراء میر سجادؔ کا تعلق بزرگانِ دین کی سرزمین پھلواری شریف (بہار) سے ہے۔ آپ کے دو شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

۱۔ کوزے میں سمندر (۲۰۱۳ء)

۲۔ شہرِ افکار (۲۰۱۷)

میر سجادؔ کی غزلوں کے چند منتخب اشعار

اے خدا جانے کہاں انسانیت گم ہو گئی

آدمیت کی کمی ہے آدمیت کے شہر میں

تنہائیوں کی دھند ھ کچھ اتنی تیز ہے

ہر شخص جیسے تیر رہا ہو خلاؤں میں

تمام شہر میں رنج و ملال ہے پیارے

میری حیات بھی زندہ مثال ہے پیارے

وقت سجادؔ جوں جوں بدلتا رہا

رنگ اپنا بھی غزل بدلتی رہی

ہندوستان کے ممتاز شاعر، نامور ادیب اور اردو زبان وادب کے عزیز استاد پروفیسر مقبول فاروقی صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ان کا شعری سفر چار دہائیوں پر مشتمل ہے۔ اس صدی کی دوسری دہائی میں آپ کا مجموعہ کلام ''سرِ شام''(۲۰۱۶ء) میں شائع ہوا۔ پروفیسر مقبول فاروقی صاحب کی غزلوں میں موجودہ عہد کے مضطرب و منتشر حالات، اطراف کے سیاسی و معاشرتی تغیرات کا برملا اظہار ملتا ہے۔ چند اشعار پیشِ خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں۔

دیکھیے اہل سیاست کی کرسمہ سازیاں

دیتے ہیں تخریب کو بھی نام تعبیر کا

ظلمت تہذیب میں ڈوب گیا ہے جہاں

سوچ میں ہوں عہد نواصل میں دن ہے کے رات

اوروں کی خطائیں ہی نظر آتی ہیں اُن کو

جو اپنے گریبان میں جھانکا نہیں کرتے

چمن میں اب وہ گل نہیں ہے

کسی بھی ساخ پر بلبل نہیں ہے

یہاں اب نفرتوں کی کھائیاں ہیں

دلوں کے بیچ اب وہ پل نہیں ہے

کچھ یوں ہے کہ اب مل کے خوشی بھی نہ ملے گی

بچھڑیں گے تو آنکھوں میں نمی نہ ملے گی

سوچا بھی نہ تھا ایسے بدل جائے گا یہ شہر

لوٹوں تو مجھے گھر کی گلی بھی نہ ملے گی

کچھ دیر تو احباب میں ہنس بول کے کاٹو

اب آگے تو یہ زندہ دلی بھی نہ ملے گی

شہرہ آفاق نظم ''اردو ہے میرا نام میں خسرو کی پہیلی'' کے شاعر اقبال اشہرؔ کا تعلق ہندوستان کی راجدھانی دہلی سے ہے۔آپ اردو اور ہندی دونوں ادب کی دنیا کا ایک معروف و مقبول نام ہیں۔ان کے تین شعری مجموعے ''رت جگے''، ''غزل سرائے''۔ ''دھنک تیرے خیال''(۲۰۰۵ء)اردو زبان میں اور ایک شعری مجموعہ ''اردو ہے میرا نام''ہندی زبان میں شائع ہو چکے ہیں۔ان کا شعری مجموعہ ''دھنک تیرے خیال''(۲۰۰۵ء)تک میری رسائی ہوئی ہے،اس میں شامل غزلوں کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ اقبال اشہرؔ نے باپنے احساسات وجذبات کے ساتھ ساتھ اس صدی کی خاموشی، رنج وغم، پشیمانی، تنہائی، کرب جیسے موضوعات کو بھی قلم بند کیا ہے۔چند نمائندہ اشعار

پر پھیلائے ڈول رہی ہے بستی بستی خاموشی

ست رنگ سپنے بنتے رہے میں اور میری خاموشی

بنا رہا ہے کس لیے یہ آنسوؤں کا دائرہ

تراش کوئی قہقہ کہ یہ صدی اداس ہے

کون کس کے اندر جھانکے اتنی فرصت کس کے پاس

اپنا اپنا دکھ ہے سب کا اپنی اپنی خاموشی

حصارِ اعتبار میں نہ عکس ہے نہ آئینہ

یہ کیسا انقلاب ہے، یہ کیسی واردات ہے

زاہد عیشؔ اردو غزل کی دنیا کا ایک معتبر نام ہے۔ان کا تعلق بہار سے ہے۔ان کا مجموعہ کلام ''چٹکیاں''(۲۰۱۴ء) میں شائع ہوا۔ان کی غزلوں کے متعدد اشعار موجودہ سماج کی تہذیبی واخلاقی شکستگی اور سیاسی مسائل کی ترجمانی کرتے ہیں۔چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

عورتوں کو عروج حاصل ہے

جتنا چاہیں بن سنور جائیں

شاہروں کو روشنی بخشی

شرٹ پتلون میں نظر آئیں

بیٹے کل تک میں تیرا سب کچھ تھا

آج میں تیرے اختیار میں ہوں

تو بلندی سے دیکھ لے نیچے

میں یہاں تیرے انتظار میں ہوں

یہ جو روز روز سنسد میں ہاتھا پائی ہے

برا نہ مانیے روٹین کروائی ہے

سکولرواد کا جھنڈا لیے قانون بیٹھا ہے

میاں زاہدؔ میاں ماری، جو پہلے تھی سو اب بھی ہے

ماں باپ کی بیماری میں پردیش سے زاہدؔ

پیسے تو چلے آتے ہیں بیٹے نہیں آتے

مانوس موضوعات اور عام جذبوں میں گہرے معنی واظہار والے شاعر فہمیؔ بدایونی کا شمار اکیسویں صدی کے ممتاز اردو غزل گو شعراء میں ہوتا ہے۔ان کے تین شعری مجموعے ''پانچویں سمت''، ''دستکیں نگاہوں کی''، ''ہجر کی دوسری دوا'' شائع ہو چکے ہیں۔

فہمیؔ بدایونی کی غزلوں کے چند نمائندہ اشعار

عدالت فرش مقتل دھو رہی ہے

اصولوں کی شہادت دھو رہی ہے

ابھی دیکھا ہے کچھ ٹی۔وی میں شاید

مرے بچے مجھی سے ڈر

پریشاں ہے وہ جھوٹا عشق کر کے

وفا کرنے کی نوبت آگئی ہے

میں نے اس کی طرف سے خط لکھا

اور اپنے پتے پہ بھیج دیا

خوشی سے کانپ رہی تھیں یہ انگلیاں

ڈیلیٹ ہو گیا اک شخص سیو کرنے میں

لیلی گھر میں سلائی کرنے لگی

قیس دلی میں کام کرنے لگا

میں تو رہتا ہوں دشت میں مصروف

قیش کرتا ہے کام کاج میرا

میں تو رہتا ہوں دشت میں مصروف

قیس کرتا ہے کام کاج مرا

واحد آنصاری برہانپوری کی غزلوں کا مجموعہ ''عکسِ غم''(۲۰۲۰ء) میں شائع ہوا۔ان کی غزلوں کے متعدد اشعار موجودہ عہد اور معاشرے کے زوال کی عکاسی کرتی ہے۔چند اشعار ملاحظہ فرمائیں

منافقت ہے دلوں میں زباں پر یاری ہے

ہر ایک شخص یہاں جھوٹ کا پجاری ہے

افسوس کر رہے ہیں جو انسانیت کا خون

چہرے پہ ان کی رنگِ ندامت نہیں ذر

وقار انہی کی نگاہوں میں میرا کچھ بھی نہیں

لٹا میں جن کے لیے بارہا مروت میں

میں دور ہو گیا ہوں اپنوں سے اور بھی واحدؔ

دیئے وہ زخم یگانوں نے مجھ کو الفت میں

شہر بھوپال کے مشہور شاعر حبیب انجمؔ دیتاوی کا مجموعہ کلام ''سوزِ دروں''(۲۰۰۷ء) میں شائع ہوا۔اس میں شامل غزلیں ملک ہندوستان کی موجودہ سیاست کی روداد بیان کرتی ہے۔چند نمائندہ اشعار

جم گئے ہیں ہر طرف فرقہ پرستی کے قدم

سیکولر آئین کا لٹ کر رہا آخر بھرم

اقتدار کی بھوک اور موقع پرستی کے دھڑے

لوٹ کر ملکی معشیت اب اڑاتے ہیں مزے

جھوٹے وعدوں کا ملا ہے ووٹروں کو یہ انعام

بڑھ کہ مہنگائی نے سبکا جینا کر دیا حرام

اقتداری بھوک کا چوبیس سمتی کارواں

کیا پتا لے جائے گا ملک ملت کو کہاں

خدادین صاحب اردو ادب کی دنیا میں اپنے قلمی نام ایم۔کے۔اثرؔ کے نام سے معروف و مقبول ہیں۔اس صدی کی دوسری دہائی میں ان کے دو شعری مجموعے ''نفی رنگ''اور ''چھٹی حس کا پہلا دریا'' شائع ہو چکے ہیں۔ایم۔کے۔اثرؔ کی غزلوں میں عصری حسیت کی توانائی ہے۔چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

وقت نے پھر ابگاڑا اپنا

کسی بچے کی شرارت نہ سمجھ

ہمارے درمیاں حالات نے کیا بے بسی رکھ دی

کہ ہر مجبور نے گھبرا کر اپنی زندگی رکھ دی

ہر ایک چہرے دہشت کی ہے آویزاں نئی تختی

ہمرے عہد نے کس دور کی یہ خاموشی رکھ د

گھٹن ہے کمروں میں اور ارتعاش جسموں میں

نظر اُٹھاؤں تو گڑتی ہے کیل جسموں میں

ملک ہندوستان کے معروف شاعر ڈاکٹر ظفر مرادآبادی کا مجموعہ کالام ''اشک لہجے''(۲۰۰۹ء) میں شائع ہوا۔ چند اشعار

جھوٹ، دھوکا، گمراہی کے ہونہ جب تک حاشیے

کاروبار زیست کے بازار کا توہین ہے

وہ وعدہ بھی کتنے گا تو، مکر جائے گا ایک پل میں

وہ اپنے جھوٹے وعدوں کی سیاست کیسے چھوڑ دیگا

ممتاز شاعر قیصرؔ عزیز کا تعلق مغربی بنگال سے ہے۔ آپ کے شعری مجموعے ''تکمیل آرزو''(۲۰۰۹ء)اور تعمیل آرزو''(۲۰۱۱ء)منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ آپ کی غزلوں میں موجودہ معاشرے کی جھلک ملتی ہے۔ چند اشعار پیشِ خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں۔

حادثے بکھرے پڑے ہیں راستے میں ہر طرف

ہر قدم پر ہو رہا ہے امتحان زندگی

قیصرؔ خلوص و وفا کی باتیں کریں بھی کیا

شرم ولحاظ ہے نہ وہ انداز پیار کا

ماں باپ کی بڑھاپے میں لیتا نہیں خبر
ماں باپ نے جوان کیا جس کو پال کر
میری یہ ضد خلوص کا پیکر بنے رہیں
اور بھائیوں کو صحن میں دیوار چاہیے

مہدی ؔپرتاپ گڑھی کا مجموعہ کلام ''سانس لیتا شہر''(۲۰۱۳ء) میں شائع ہوا۔ نمونہ کلام:

یہ بھی اس کی سیاست نہ ہو
جو اُٹھی ہے نظر لطف کی
حادثے جو شہر میں ہوتے رہے
سب ہمارے نام سے جورے گئے
چہروں کے آئینے بھی اب دل کی بات نہیں کہتے
اب تو کوئی فرق نہیں ہے اپنوں اور بیگانوں میں
نئی غزل میں ملی ہوئی ہے موسموں کی سفاکی
ہے لفظ لفظ میں سچائی اور بے باکی

بڑھتی طوالت اب میری قلم کو روک رہے ہیں اور مجھے اس کا اعتراف ہے کہ میں اکیسویں صدی کی ہندوستانی غزل کے موضوعات کے حوالے سے بہت ایسے شعراء کے کلام کو پیش نہیں کر پا رہی ہوں۔اس مضمون میں کئی معتبر نام چھوٹ رہے ہیں جن میں عزیز نبیلؔ، سراج عالم زخمیؔ، عادل راہیؔ، ڈاکٹر رفیق انجم، عین تابشؔ، نادم ؔاشرفی برہان پوری، استیاق دانش، بیدار ؔبھاپالی، راحت ؔاندوری، شاہد ماہلی، ملک زادہ جاویدؔ، منیب ؔمظفر پوری، ڈاکٹر یوسف اعظمی، ڈاکٹر حنیف ترین، ذہین بیکانیری، عادل رضا منصوری، راشد طراز، منظر اعجاز، کیفی ؔسنبھلی، ڈاکٹر نفیس تقی، حسن نواب حسن، ضیا فاروقی، امیرؔ امام، ارشد کمال، انور آفاقی، اعجاز ؔانصاری، رضا اشکؔ، تفضیل ؔاحمد، سلطان اختر، عالم خورشید، ارشاد خان سکندرؔ، ڈاکٹر یونس غازی، خواجہ جاوید اختر، طارق متین، جے۔پی۔ سعید، افتخار راغبؔ، تاج پیامی، نوشاد ؔاورنگ آبادی، حافظ کرناٹکی، رفیق رازؔ، منظر شہاب، ظفر کلیم، آتش ؔرضا، عتیق اللہ، مراق مرزا، خورشید اکبر، شپہر رسول، حسنین عاقب، مبارک انصاری، ظفر امام، اسدر رضاؔ، ضمیر یوسف، خلیل مامون، مطفر حنفی، کوثر مظہری، عطا عابدی، واجد سحری، فردوس گیاوی، احمد محفوظ، عرفان صدیقی، خالد عبادی، شہباز ندیم ضیائی، مخمور ؔسعیدی، ظفر انصاری ظفرؔ، عبدالاحد سازؔ، منصور

عمر، نجماالثاقب، اظہر نیر، مختار طلہری، شکیل جمالی، فراغ روہوی، سعید رحمان، احمد ضیائی، سالم سلیم، عشرت ظفر، خالد محمود وغیرہ ایسے شعراء ہیں جنہوں نے اپنی شاعری کے اعلیٰ معیار سے اکیسویں صدی میں بھی اردو شاعری کے دامن کو وسیع کر رہے ہیں۔

کتابیات

بنیادی ماخذ:

نام کتاب مصنف ناشر، طابع سن اشاعت

پھر ایسا نظارہ نہیں ہوگا، کلیم عاجزؔ، اردو بکریویو، نئی دہلی، ۲۰۰۸ء

خار و گل، ڈاکٹر وسیم الدین جمالیؔ، مائی بک سلیکٹ پبلشنگ، دہلی، ۲۰۰۲ء

یہ کہانی ہے مختصر میری سلیم ؔٹانڈوی، مرکزی پبلیکیشنز، دہلی، ۲۰۱۸ء دلِ ناآشنا، سید شکیلؔ دسنوی، ایڈ شوٹ پبلیکیشنز، ممبئی، ۲۰۰۶ء

کتنی حقیقت کتنا خواب، شکیلؔ دسنوی، ایڈ شوٹ پبلیکیشنز، ممبئی، ۲۰۰۵ء

عکسِ غم، واحدؔ انصاری برہانپوری، سویر پرنٹنگ پریس، برہانپور۔ ۲۰۲۰ء

چھٹی حس کا پہلا دریا۔ ایم۔ کے۔ اثرؔ، عرفان گرافکس، ہوڑہ، کولاتا، ۲۰۱۶ء

اشک لہجے، ڈاکٹر ظفر مرادآبادی، نیو الائڈ پرنٹرس، دہلی، ۲۰۰۹ء

تکمیل آرزو، قیصرؔ عزیز، اتقا پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۹ء

تعمیل آرزو، قیصرؔ عزیز، اتقا پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۱۱ء

ریت کا سفر، سلطان شمسی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۱۷ء

کتابوں کا سفر، ثروتؔ زیدی بھوپالی، شائن پبلیشرز، بھوپال، ۲۰۲۳ء

کوزے میں سمندر، میر سجادؔ، میر اردو مرکز، بہار، ۲۰۱۳ء

شہرِ افکار، میر سجاد۔ دار الاشاعت مصطفائی، دہلی، ۲۰۱۷ء

رقصِ تنہائی، عقیل نعمانی،۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۰۱۷ء

سرِ شام،ڈاکٹر مقبول فاروقی،ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،دہلی،۲۰۱۶ء

لاوا،منظر بھوپالی،۔۔۔۔۔۔۔۲۰۰۱

احساساتِ فیض، فیض بہرائچی،تاج گرافکس، بہرائچ، ۲۰۱۵ء

احساس،فراز حسن پوری، مشکوۃ پرنٹرس، علی گڑھ، ۲۰۱۵ء

کسک،درد سرونجی،شبد پرنٹنگ پریس، بھوپال،۲۰۱۸ء

میری غزلیں، علیم صبا نویدی، تمل ناڈو اردو پبلیشرز، چینئی، ۲۰۲۳ء

☆☆☆